دل کی بات

اس حقیقت کا اظہار اب برملا کیا جارہا ہے کہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ہم سفید انگریز سے آزاد ہوئے اور ۱۵ اگست کو "کالے انگریز" کی غلامی کا شکار ہوگئے۔ آزادی کا وہ خواب جو برِ صغیر کے مسلمانوں نے جدوجہدِ آزادی کے دوران دیکھا تھا کرچی کرچی ہوگیا۔ سب ارمان ٹوٹ گئے اور ساری امیدیں مایوسی میں تحلیل ہو کر رہ گئیں۔

اب کہ ۱۹۹۶ء ہے اور ہماری موجودہ حکومت ۱۴ اگست کو پچاسواں یومِ آزادی منا رہی ہے۔ ہم نصف صدی کا سفر تو طے کر آئے ہیں لیکن منزل ہنوز نظروں سے اوجھل ہے، ہم بے آب و گیاہ صحرا میں بھٹک رہے ہیں اور راستہ سجھائی نہیں دیتا۔

تحریکِ پاکستان عروج پر تھی تو اس کے قائدین کہہ رہے تھے۔

"لے کے رہیں گے پاکستان، بن کے رہے گا پاکستان"

پھر قائدین نے کہا کہ "پاکستان برصغیر کے مسلمانوں کے لئے جنت ہوگا۔ اس پاکستان میں اسلام کا جھنڈا لہرائے گا۔ قرآن کا قانون ہوگا۔"

اور دیکھتے ہی دیکھتے پاکستان کا نعرہ برصغیر کے مسلمانوں کے دل کی آواز بن گیا اور پاکستان بن گیا۔ ان پچاس برسوں میں مظلوم مسلمانوں نے کیا کھویا اور کیا پایا؟ یہ کہانی بڑی تلخ اور کربناک ہے اجمال میں کہیں تو......ع

چمن کے رنگ و بو نے اس قدر دھوکے دیئے مجھ کو
کہ میں نے شوقِ گل بوسی میں کانٹوں پہ زباں رکھ دی

تفصیل میں جائیں تو...... کارِ جہاں دراز ہے۔

پاکستان کے حکمرانوں اور سیاست دانوں نے ملی بھگت کر کے اس جنت کو جہنم کدہ بنا دیا۔ قرآن کا قانون نافذ کرنے کی بجائے قرآن کی توہین کی۔ اسلام کا جھنڈا لہرانے کی بجائے، بے دینی اور دین دشمنی کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ دوسرے لفظوں میں اللہ کے خلاف کھلی جنگ اور بغاوت کا اعلان کر دیا۔ قومی خزانہ لوٹا، بے حیائی، عریانی، فحاشی اور بدمعاشی کو تہذیبی ورثہ قرار دے کر تحفظ فراہم کیا اور ایک مثالی بددیانت معاشرہ تشکیل دیا۔ بددیانتی اتنی عام ہوئی کہ موجودہ صدرِ مملکت کو اپنی تقریر میں کہنا پڑا کہ "کرپشن عام ہو گئی ہے حکومت اسے ختم کرنے کی تدبیر کرے" جس حکومت نے قومی خزانہ لوٹ کر سرے میں "راک وڈ محل" خریدا غیر ملکی بینکوں میں دولت جمع کی، قوم کو ناقابلِ برداشت جبری ٹیکسوں کے بوجھ تلے بری طرح دبا دیا، وہ کرپشن کیسے ختم کر سکتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ سب کچھ صدرِ مملکت کے علم میں نہیں ہے؟ اگر ہے تو وہ خاموش کیوں ہیں؟ صرف ان کے زبانی کہنے سے تو کرپشن ختم نہیں ہوگی۔ اور صدرِ مملکت کی خاموشی بھی تو

اس کرپشن کو تحفظ دینے کے مترادف ہے۔ کرپشن کی صورت حال تو یہ کہ وہ پاکستان جو پچپن ہزار بیٹیوں کی عزتیں قربان کر کے حاصل کیا گیا تھا آج حکمرانوں نے اُسی پاکستان کو فروخت کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ پہلے مشرقی پاکستان کو اپنی شخصی اور مفاداتی سیاست کی بھینٹ چڑھایا اور اب بچے کھچے پاکستان کو بھی داؤ پر لگائے بیٹھے ہیں۔ گوادر کے ساحل پر "ویسٹ بے سٹی" کے نام سے خود مختار ریاست معرض وجود میں آرہی ہے۔ ہفت روزہ تکبیر کراچی کے یکم اگست کے شمارہ میں اسکی جو تفصیلات سامنے آئی ہیں انہیں پڑھ کر ہر محب وطن پاکستانی کا دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ ان حالات میں ہر پاکستانی کا فرض بنتا ہے کہ وہ ارضِ پاکستان کی حفاظت کے لئے کمر ہمت باندھ لے اور پاکستان کو غیر ملکی دلال حکمرانوں اور سیاست دانوں سے نجات دلانے کے لئے اپنی ساری توانائیاں صرف کر دے۔

❋ ❋

(بقیہ از ص ۵۴)

بھی وقت ہے کہ ہمارے مذہبی پیشواء اپنا احتساب کر کے حالات سدھارنے کی جانب توجہ دیں۔ کل مولانا سمیع الحق اور قاضی عبداللطیف عوامی تکریم سے عاری ہوئے۔ آج فضل الرحمان اور قاضی حسین احمد اپنی غیر واضح پالیسی کے سبب عوامی تائید و حمایت سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہیئے کہ انہوں نے کیا کھویا اور کیا پا کر اسلام کو کس قدر نقصان پہنچایا۔ جہاں تک مولانا فضل الرحمان کا تعلق ہے۔ تو مقامی سطح پر ان کی مقبولیت کا گراف منفی زیرو (صفر) کو چھونے لگا ہے۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحب (خانقاہ سراجیہ کندیاں) سمیت فرزندانِ بخاری و درخواستی، اجمل خان و اجمل قادری، مولانا منظور احمد چنیوٹی اور مولانا موسیٰ خان و ایوب جان بنوری کا فرض بنتا ہے کہ وہ جمیعت العلماء اسلام کے مستقبل کو محفوظ بنانے کی خاطر اپنا کردار ادا کریں وگرنہ وہ جماعت جسے علماء دیوبند نے خون جگر سے پروان چڑھایا تھا۔ جس کے تشخص کو ابھارنے کے لئے حضرت نانوتوی، گنگوہی، تھانوی اور حسین احمد مدنی رحمہم اللہ علیہم نے بے پناہ مصائب جھیلے اور صعوبتیں برداشت کیں آج فرزندِ محمود اسکی جڑیں کاٹنے میں مصروف ہے۔ اور پوری جماعت کو ذاتی مفادات کی بھینٹ چڑھا رہا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار!

فرمودہ فاروق اعظمؓ

جب حلال و حرام جمع ہوں تو حرام غالب آتا ہے اگرچہ تھوڑا سا ہی ہو۔